٤،٢٣٨
١٠٧٥

سادا کو
اور
ہزار کاغذی کونجیں

نوشتہ : الینور کوئر
ترجمہ: مریم پیشگاہ
نقاشی: رونالد ہیملر
تصحیح و نظر ثانی ترجمہ اردو: سید غضنفر حسین بخاری

خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران کوئٹہ

مطبوعہ المخزن پرنٹرز

فہرست مطالب

عنوان صفحہ

۱۔ خوش بختی کی علامت ۹
۲ روز صلح ۱۶
۳ ساداکو کا راز ۲۲
۴ ساداکو کا راز فاش ہو گیا ۳۰
۵ سنہری کونج ۳۶
۶ کن جی ۴۵
۷ ہزاروں خواہشیں ۵۶
۸ آخری ایام ۶۱
۹ ہوا سے مقابلہ ۷۲
۱۰ آخری بات ۷۷

پیش لفظ

ساداکو اور ہزار کاغذی کونجیں ایک جاپانی بچی کی سرگذشت ہے۔

جب امریکا کی ہوائی فوج نے ۱۹۴۳ء میں جاپان میں اس بچّی کے شہر ہیروشیما پر ایٹم بم گرایا تو وہ وہاں موجود تھی۔ اور اگرچہ وہ اس بم کی تباہ کاری کے فوری شکاروں میں سے نہیں تھی لیکن ایٹمی تاب کاری سے متاثر ہو کر خون کے سرطان میں مبتلا ہو گئی اور پورے دس برس موت وحیات کی کشمکش میں گذار کر بالآخر ۱۹۵۵ء میں دنیا سے رخصت ہو گئی۔

اس کہانی کا زمانہ ۱۳۲۲۔ ۱۳۳۴ ہجری شمسی یعنی
۱۹۴۳۔ ۱۹۵۵ کے درمیان کا ہے۔
سادا کو اپنی جرأت و شجاعت کی وجہ سے جاپانی
بچوں کے آئیڈیل کی حیثیت رکھتی ہے اور دلیری اور بہادری
کی علامت سمجھی جاتی ہے۔
یہ کتاب اس کی داستانِ حیات ہے۔

جُملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : ساداکو

مولف : الینور کوئر

ترجمہ : مریم پیشگاہ

تصحیح ونظر ثانی ترجمہ اردو : سید غضنفر حسین بخاری

تعداد : ۵۰۰۰

طبع : اول

سال : ۱۹۸۶ م

۱۔ خوش بختی کی علامت

سادا کو شروع ہی سے ایک ورزشی بچی تھی۔ اس کی ماں کہا کرتی تھی کہ اس نے چلنا سیکھنے سے پہلے دوڑنا سیکھا۔ اگست ۱۹۵۴ء کی ایک صبح کو بیدار ہو کر اس نے لدی جلدی اپنا لباس تبدیل کیا اور حسب معمول دوڑ لگانے کے لئے گھر سے باہر نکل گئی۔ سورج طلوع ہو رہا تھا اس کے لمبے اور کالے بال جاپان کی صبح کی دھوپ میں سونے کی طرح چمکتے تھے نیلے آسمان میں بادلوں کا ایک بھی ٹکڑا نظر نہیں آتا تھا۔ یہ خوش بختی کی علامت تھی اور سادا کو ہمیشہ خوش بختی حاصل کرنے کی دھن میں رہتی تھی۔

جب وہ گھر لوٹی تو اس کے دو بہن بھائی ابھی تک سو رہے تھے۔ اس نے چند بار اپنے بھائی ماسا ہیرو کو جھنجوڑا اور کہنے لگی۔

اُٹھ جاؤ سست لڑکے آج صلح کا دن ہے۔

ماساہیرو نے بڑبڑا کر جماہی لی وہ پھر سونا چاہتا تھا۔ لیکن چودہ سال کے دوسرے ہم عمر لڑکوں کی طرح کھانے پینے کا بھی شوقین تھا۔ جب لوبیا کے سوپ کی خوشبو اس کے دماغ میں پہنچی تو اُٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد میستو اور ایجی بھی بیدار ہو گئے

ساداکو نے ایجی کو کپڑے تبدیل کرنے میں مدد دی۔ ایجی چھ سال کی تھی لیکن کبھی کبھی اپنے کپڑوں کے ساتھ اپنی جرابیں بھی گم کر دیتی تھی۔ پھر ساداکو نے لحاف تہہ کئے اور اپنی بہن میستو کے ساتھ مل کر انھیں صندوق میں رکھ دیا۔ میستو کی عمر نو سال کی تھی۔ پھر وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی باورچی خانے میں گئی اور کہنے لگی۔

امّی جان ہمیں کارنوال میں جانا ہے۔ آج ناشتہ ذرا جلدی کرائیں۔

اس کی ماں جو دوپہر کے کھانے کے لئے مولیاں کاٹ رہی تھی۔ اسے کڑی نظر سے

دیکھا اور کہا:

"تم اب گیارہ سال کی ہوگئی ہو — تمہیں سمجھنا چاہئے کہ آج چھ اگست ہے۔ آج ہم کارنوال دیکھنے نہیں بلکہ ہمیشہ کی طرح ان لوگوں کی یاد منانے جائیں گے جو ہمارے شہر پہ ایٹمی حملے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔ آج اس المیے کی سالگرہ ہے۔" ساداکو کا باپ، ساساکی جو اس دوران پچھلے کمرے کی طرف سے باورچی خانے میں داخل ہو چکا تھا کہنے لگا:

" یہ بالکل ٹھیک ہے ساداکو! تمہیں آج کے دن کی عظمت کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔ تمہاری نانی اماں نے اسی خوفناک حادثے میں جان دی تھی۔"

ساداکو بولی: "ابا جان میں اس دن کی عظمت کو مانتی ہوں اور روزانہ صبح سویرے دادی اماں کی رُوح کے لئے دعا مانگتی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم بہت خوش ہیں۔" اس کے ابا جان نے کہا: " بہرحال اب بھی دعا اور بندگی کا وقت آ ہی پہنچا ہے۔

گھر کے تمام لوگ ایک چھوٹے سے کمرے میں

اکٹھے ہو گئے۔ دادی اماں کی ایک سنہری چوکھٹے والی تصویر کمرے میں رکھی ہوئی تھی ساداکو کی آنکھیں چھت پر لگی ہوئی تھیں ـــ وہ سوچ رہی تھی کہ ضرور دادی اماں کی روح اس کمرے کے آس پاس ہی کہیں ہوگی۔ اس کے باپ نے غصے میں کہا: "ساداکو!"

ساداکو نے فوراً ادب سے سر جھکا لیا۔ اور جتنی دیر باپ کی بات جاری رہی وہ اپنے پاؤں کی انگلیوں سے کھیلتی رہی

ساساکی نے اپنے آباو اجداد کی ارواح کی بخشش کی دعا مانگی اور اپنے حجام خانے کی ترقی اور نیک اولاد نصیب ہونے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ نیز یہ دعا کی کہ اس کا خاندان ایٹم بم کے اثرات اور اس سے پھیلنے والی بیماریوں خاص طور پر لوکیمیا[1] کی بیماری سے محفوظ رہے۔ اس کے باوجود کہ ہیروشیما پر ایٹم بم نو سال پہلے گرایا گیا تھا لیکن ابھی تک بہت سے لوگ اس بیماری سے جان بحق ہو رہے تھے۔ فضا ایٹمی تابکاری

---

[1] لوکیمیا: جسم میں خون پیدا کرنے والے نظام کے بگاڑ سے خون کے سفید دانے بڑی تیزی سے بڑھنے لگتے ہیں جس سے خون کے اجزاء کا تناسب درہم برہم ہو جاتا ہے۔ یہ سخت مہلک مرض ہے۔

کے اثر سے زہریلی تھی جس سے کافی سالوں تک لوگوں کا خون زہرآلود رہا۔

ناشتے پر جب ساداکو جلدی جلدی سوپ اور چاول کھا رہی تھی جس سے باقاعدہ آواز پیدا ہو رہی تھی تو ماساہیرو ایسی لڑکیوں کے بارے میں بتا رہا تھا جو “بھوکے اژدہے” کی طرح کھانا کھاتی ہیں لیکن ساداکو نے اپنے بھائی کی تیز نوکیلی باتوں پر کوئی توجہ نہ کی۔ وہ پچھلے سال منائے جانے والے روزِ صلح کی یاد میں گم تھی اور اس موقع پر لوگوں کے ہجوم اور موسیقی کی دلکش دھنوں کے تصوّر میں کھوئی ہوئی تھی نیز اس دن کی عظیم آتش بازی بھی اسے یاد تھی۔ اور اس دن کھائی ہوئی لذیذ مٹھائی کا مزہ اپنے دانتوں میں محسوس کر رہی تھی۔ ان ہی خیالات میں گم اس نے اپنی بہن کو آواز دی۔ میستو آؤ جلدی سے برتن دھولیں تاکہ پھر جلدی چلیں۔

پھر جب انھوں نے سب برتن دھو لیے اور باورچی خانے کی صفائی کر لی تو ساداکو نے اپنے بالوں میں سُرخ رنگ کا ربن باندھا اور پھر دروازے پر آ کر

بے صبری سے انتظار کرنے لگی۔ اس کی ماں نے بڑے سکون سے کہا "ساداکو ہم ساڑھے سات بجے سے پہلے نہیں جائیں گے تم آرام سے بیٹھ جاؤ اور ہمارا انتظار کرو۔"

ساداکو نے اپنی چپلیں دروازے میں رکھے ہوئے ڈور میٹ پر رکھ دیں۔ یقیناً کوئی بھی ایسی صورت نہیں ہو سکتی تھی کہ اس کے ماں باپ جلدی کریں۔ جب وہ دروازے کے پاس بیٹھی ہوئی تھی تو اس کی نظر ایک مکڑی پر پڑی جو کمرے میں سے گذر رہی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر خوش ہوگئی اور بولی:

"مکڑی خوش بختی کی علامت ہے۔"

وہ بہت مطمئن تھی کہ آج کا دن بہت عمدہ گزرے گا۔ اس نے مکڑی کو اپنی دونوں ہتھیلیوں پر رکھا اور اسے باہر چھوڑ دیا۔

لیکن ماساہیرو بولا: "یہ عجیب بیوقوفانہ بات ہے۔ بھلا مکڑی کا خوش بختی سے کیا تعلق؟" ساداکو نے اتراتے ہوئے کہا: "ذرا صبر کرو خود ہی دیکھ لوگے۔"

*

صُلح کا دِن

جب خاندان کے سب لوگ گھر سے روانہ ہوئے تو ہوا گرم ہو چکی تھی۔ بازاروں میں بھیڑ تھی سادا کو تیز رفتاری سے اپنی سہیلی چی زد کو کے گھر کی جانب چلی۔ وہ دونوں نرسری کے زمانے سے سہیلیاں تھیں۔ سادا کو یقین تھا کہ وہ دونوں اچھی سہیلیاں اور کبھی نہ بچھڑنے والی دوست رہیں گی۔ چی زد کو بھی ہاتھ ہلاتے ہوئے سادا کو کی طرف آئی۔ سادا کو نے آہ بھری اور بولی: ”کاش میری سہیلی کچھ تیز چلا کرے“ اور اس سے باتیں کرتے ہوئے بولی: ”کچھوے کی طرح سست مت چلا کرو۔ جلدی کیا کرو۔ تاکہ کوئی موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے“ سادا کو کی امی نے کہا: ”سادا کو اس گرم ہوا میں کچھ آہستہ چلا کرو“۔ لیکن اب دیر ہو چلی تھی۔ لڑکیوں نے اس کی یہ بات نہ سُنی۔ وہ بدستور دوڑتی رہیں۔ گویا وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتی تھیں۔

بیگم ساساکی نے غصّے سے کہا:

"سادا کو ہمیشہ اول آنے کے لئے اتنا تیز دوڑتی ہے۔ کہ کسی کی بات نہیں سنتی۔"

ساساکی نے قہقہہ لگایا اور کہا:

"تم نے کبھی سادا کو آہستہ بھی چلتے دیکھا ہے۔ وہ یا تو پھدکتی ہے یا پھر اُڑتی یا دوڑتی ہے۔"

سادا کو کے باپ کی آواز عظمت اور فخر سے سرشار تھی کیونکہ اس کی بیٹی ایک واقعی بہترین دوڑنے والی لڑکی تھی۔

صلح پارک کی یادگار عمارت زائرین سے بالکل پُر ہوگئی۔ انھوں نے ہیروشیما کے تباہ شدہ شہر میں ہلاک ہونے والوں کی تصویریں دیواروں پر لگا رکھی تھیں — ایٹمی بم اور الیکٹرونی تابکاری نے ہیروشیما کو ایک ویرانے میں تبدیل کر دیا تھا۔

سادا کو اِن وحشت ناک تصویروں کو دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے مضبوطی کے ساتھ چی زوکو کا ہاتھ پکڑا اور جلدی سے وہاں سے گزر گئی۔ پھر اس نے

دھیمی آواز میں اپنی سہیلی سے کہا:

"مجھے اس دن والی ایٹمی بجلیاں خوب یاد ہیں۔ معلوم ہوتا تھا سورج کے شعلے زمین پر برس رہے ہیں ان کی تپش تیز سوئیوں کی طرح میری آنکھوں میں چبھ رہی تھی۔" چی زوکو نے تعجب سے پوچھا:

"لیکن اس وقت تو تم بہت چھوٹی تھیں۔ یہ باتیں تمہیں کیسے یاد رہ سکتی ہیں؟"

ساداکو نے اعتماد سے کہا:

"ہاں مجھے سب کچھ یاد ہے۔ ٹھہرو مجھے غور کرنے دو..."

شہر کے میئر اور بدھ پادری کی تقریر کے بعد سیکڑوں سفید رنگ کے کبوتر پنجروں سے آزاد کر دیئے گئے تھے جو چکّر لگانے کے بعد گنبد کے اوپر بیٹھ گئے۔ ساداکو کے نزدیک یہ کبوتر مردوں کی روحوں کی طرح تھے۔ جو آسمان میں آزادی کے ساتھ پھرتی ہیں۔ جب مراسم ختم ہو گئے تو ساداکو سب کو سیدھا اس طرف لے گئی جہاں ایک بوڑھیا مٹھائی بیچتی تھی۔ اس سال مٹھائی پچھلے سال سے بہتر تھی۔ مجھے ہمیشہ کی طرح جلدی

جلدی گزر رہے تھے۔ ساداکو کے خیال مبں پارک کا وہ حِصّہ سب سے بہتر تھا جہاں مختلف اجناس سلیقے سے سجی ہوئی فروخت ہو رہی تھیں — اس کے علاوہ اسے کینبوں سے آنے والی مختلف کھانوں کی خوشبو پسند تھی۔ ان اسٹالوں پر بیسن کے قلچے خوش مزہ اور تازہ بسکٹ اور بہت سی تازہ چیزیں بکتی تھیں پارک کا سب سے مکروہ حِصّہ وہ تھا جہاں ایٹم بم کی تپش سے جلے ہوئے چتکبرے چہروں والے انسان تھے۔ ایٹم بم کے پھٹنے سے ان کی صورتیں اتنی دہشتناک اور بھیانک ہو گئی تھیں کہ وہ انسانوں کی صورتیں ہی نہیں لگتی تھیں۔

جونہی کوئی ایسا آدمی ساداکو کے قریب ہوتا وہ جلدی سے بھاگ کر وہاں سے دور چلی جاتی۔

غروب کے بعد لوگوں کے جوش وخروش میں اضافہ ہو گیا۔ جب آنکھوں کو چندھیانے والی فضائی آتش بازی کا مظاہرہ ختم ہوا تو لوگ کاغذی فانوسوں کو ہاتھوں میں اُٹھائے دریائے اوہاتا کی طرف چلے — مسٹر ساساکی نے بھی ان شمعوں کو جو چھ

فانوسوں میں رکھی ہوئی تھیں روشن کیا۔ ہر شمع خاندان کے ایک فرد کے لئے تھی۔ ان فانوسوں پر خاندان کے ان افراد کے نام لکھے ہوئے تھے جو ایٹمی تابکاری کی وجہ سے مر گئے تھے۔ ساداکو نے اپنی دادی ماں کا نام فانوس کے کنارے پر خود لکھا تھا۔

جب فانوس میں رکھی ہوئی شمعیں عمدہ طور پر جل اُٹھیں تو انھیں دریائے اوہاتا میں ڈال دیا گیا۔ فانوس سُرخ رنگ کے آتشیں پھولوں کی طرح تاریک آسمان کے نیچے پانی میں معلق تھے۔

اس رات ساداکو دیر تک جاگتی رہی اور دن کو ہونے والے تمام واقعات کو یاد کرتی رہی۔ اسے یقین تھا کہ ماساہیرو غلطی پر تھا۔ مکڑی ضرور خوش بختی لائی تھی۔ اس نے سوچا کہ کل صبح وہ اس موضوع پر اس سے بات کرے گی۔

⁂

(۳) سادا کو کا راز

خزاں کا آغاز تھا سادا کو ایک خوشخبری لے کر دوڑتی دوڑتی مدرسہ سے گھر آئی۔ اس نے اپنے جوتے جلدی میں ایک طرف پھینکے۔ جوتوں کے دروازے سے ٹکرانے سے آواز پیدا ہوئی۔ وہ زور سے بولی:

"میں آگئی"

اس کی ماں باورچی خانے میں کھانا پکانے میں مشغول تھی۔ سادا کو نے ہانپتے ہوئے کہا:

"امی جان کچھ پتا ہے کیا ہوا ہے؟ آپ کی نظروں میں اچھی سے اچھی بات کیا ہوسکتی ہے؟

اس کی امی بولی، "میں نہیں جانتی۔ صرف اتنا جانتی ہوں کہ کوئی اچھی بات ہوئی ہوگی جو تو اس قدر خوش ہے یقیناً کوئی اتنی ہی اچھی بات ہے کہ میں اس کے بارے

سوچ بھی نہیں سکتی۔"

ساداکو بولی:

"کھیلوں کے دن کا عظیم مقابلہ! میں اپنی کلاس کی طرف سے ریزرو ٹیم نمبر ۲ کے لئے منتخب ہوئی ہوں۔"

پھر وہ کتابوں کا بستہ ہاتھ میں گھماتے ہوئے اور خوشی سے کمرے کا چکر کاٹتے ہوئے بولی:

"امی یقین مانو کہ، اگر ہماری ٹیم جیت گئی، تو میں ضرور اگلے سال ٹیم کی مستقل رکن بن جاؤں گی!"

یہی بات تھی جس کی ساداکو آرزومند تھی۔ رات کے کھانے پر مسٹر ساساکی نے ان اچھے اور شائستہ کاموں کے بارے میں جو خاندان کی عظمت اور افتخار کا باعث بن سکتے بات چیت کی۔ ماساہیرو پر بھی باپ کی بات کا بڑا اثر ہوا۔

ساداکو پر اتنا ہیجان طاری تھا کہ وہ کچھ کھا بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے کچھ بھی نہ کھایا اور آرام سے اپنی جگہ پر بیٹھی رہی۔ خوشی اس کے ہونٹوں سے ہنسی کی شکل میں چھلک رہی تھی۔

اور اس دن کے بعد سادا کو پر صرف ایک ہی دھن سوار رہنے لگی۔ "دوڑ کا مقابلہ!"

وہ باقاعدگی سے ہر روز مدرسے میں مشق کرتی تھی۔ اور گھر سے مدرسے تک بھی دوڑ کر جاتی تھی۔ جب بھی ماسا ہیرو نے دادا جان کی گھڑی سے اس کے دوڑنے کا اندازہ لگایا تو سادا کو کی تیز رفتاری نے سب کو تعجب میں ڈال دیا۔ وہ اپنے آپ سے کہتی تھی۔

"میں مدرسے کی سب سے بہترین دوڑنے والی بنوں گی۔"

آخر وہ عظیم دن آن پہونچا۔ مقابلہ میں حصہ لینے والوں کے والدین، رشتہ دار اور دوست مدرسے میں جمع ہو چکے تھے تاکہ دوڑ کا مقابلہ دیکھیں سادا کو کے جوش اور ہیجان کا یہ عالم تھا کہ کبھی اسے اندیشہ ہوتا تھا کہ شاید اس کے پاؤں اُٹھنے پر قادر نہ ہوں۔ اچانک سادا کو اپنی مخالف ٹیم کے کھلاڑی اپنی ٹیم والوں سے بڑے اور طاقتور دکھائی دینے لگے۔ جب سادا کو نے اپنے اس احساس کے بارے میں اپنی امی سے بات

کی تو بیگم ساساکی بولی:

"ساداکو! یہ ایک فطری بات ہے کہ ایسے موقعوں پر تم ڈر محسوس کرو لیکن جونہی مقابلہ شروع ہوا تم سب کچھ بھول جاؤ گی اور ہمیشہ کی طرح تند و تیز دوڑو گی۔"

اور پھر مقابلہ شروع ہو گیا

مسٹر ساساکی نے جب کہ وہ جوش و محبت میں اپنی بیٹی کا ہاتھ دبا رہے تھے، کہا:

"جہاں تک ہو سکے ہمت کرو۔ تم ہمارے لئے سرمایۂ افتخار ہو"

ماں باپ کی محبت بھری باتیں ساداکو کے لئے حوصلہ افزا ثابت ہوئیں اور اس کا خوف جاتا رہا۔ اس نے سوچا وہ مجھ سے پیار کرتے ہیں اور میرے لئے یہی کافی ہے۔ اب جو ہو سو ہو۔ مقابلے کے آغاز کی جھنڈی کے وقت ساداکو سب کچھ بھول گئی۔ اسے اب صرف مقابلے کی فکر تھی اور جب اس کی باری آئی تو اس نے پوری قوت سے دوڑنا شروع کر دیا۔

جب مقابلہ ختم ہوا تو ساداکو کا دل ابھی تک دھڑک

رہا تھا۔ اور اس کی نبض کی رفتار اس کے بھنچے ہوئے دانتوں پر مزید دباؤ ڈال رہی تھی۔ عین اسی لمحے اسے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ سر چکرانے کا احساس! ۔ وہ بڑی کوشش سے ایک آواز سن سکی جو کہہ رہی تھی:

”تمہاری ٹیم جیت گئی“

ٹیم نمبر ۲ کے کھلاڑیوں نے ساداکو کو گھیر لیا تھا۔ فضا ان کی خوشیوں اور واہ واہ کے نعروں سے بھر گئی تھی ساداکو نے چند بار اپنے سر کو جھٹکا، سر چکرانا بند ہو گیا تھا۔

ساری سردیاں ساداکو دوڑنے کی مشق کرتی رہی تاکہ اصلی ٹیم نمبر ۲ میں شامل ہونے کے لئے تیار ہو سکے وہ تقریباً ہر روز مشق کرتی تھی۔ کبھی کبھی دیر تک دوڑنے کی وجہ سے اس کا سر چکرانے لگتا تھا۔ لیکن اس نے خود سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ یہ راز کسی کو نہیں بتائے گی۔ وہ کوشش کرتی تھی کہ اپنے آپ کو یقین دلائے کہ یہ کوئی بات نہیں ہے اور وہ جلد ہی اچھی ہو جائے گی۔ لیکن ایسا نہ تھا اور اس کی حالت ہر روز بدتر ہونے لگی۔ اس نے ڈر اور خوف کے سبب اس راز کو چھپائے رکھا حتی کہ

اپنی بہترین سہیلی چی زُدکو سے بھی کوئی بات نہ کی۔

نئے سال کی رات ساداکو نے کسی معجزے کی آرزو کی جس سے اس کا سر چکرانا بند ہو جائے۔ اگر اسے یہ غم نہ ہوتا تو کتنا اچھا تھا۔ آدھی رات کو جب وہ اپنے بستر میں سوئی ہوئی تھی تو اس نے معبد کی گھنٹیوں کی آواز سنی۔ اپنی آواز کے ساتھ یہ گھنٹیاں گذرے ہوئے سال کی برائیوں کو دُور پھینک رہی تھیں تاکہ نیا سال پاکیزگی اور اچھائیوں کے ساتھ شروع ہو۔ گھنٹی کی ہر آواز پر ساداکو نیند ہی نیند میں میں اپنی آرزوؤں کو اپنی زبان پر لاتی تھی۔

اگلے دن صبح ساداکو کا خاندان اس ہجوم میں جو معبد کی طرف جا رہا تھا جا ملا۔ بیگم ساساکی جو ابریشم کے گلدار کیمونو میں ہمیشہ سے زیادہ خوبصورت نظر آ رہی تھیں، ساداکو سے کہنے لگیں۔

۔جونہی میرے پاس کچھ رقم جمع ہو جائے گی، تو وعدہ کرتی ہوں کہ تمہارے لئے کیمونو خرید دوں گی۔ تمہاری عمر کی لڑکیوں کو کیمونو پہننا چاہیئے۔

ساداکو نے بڑے ادب سے ماں کا شکریہ ادا کیا لیکن کیمونو اس کے لئے کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا۔ اس کے لئے جو چیز اہم تھی وہ تھی مدرسے کی ٹیم نمبر ۲ کی کھلاڑی ہوتا۔ خوش و خرم لوگوں کے ہجوم میں ساداکو کچھ مدت کے لئے اپنے راز کو بھول گئی۔ اس نے اپنے آپ کو غم سے آزاد کر لیا تھا تاکہ نئے سال کے دن کی خوشی اس کی پریشانی کو ختم کر دے۔

دن کے اختتام پر وہ اپنے گھر تک ماساہیرو کے ساتھ بھاگنے کا مقابلہ کرتی رہی اور بڑی آسانی سے اپنے بھائی سے جیت گئی۔ اُن کی ماں نے گھر کے دروازے کے اوپر امن و مسرت کا ایک نشان آویزاں کر رکھا تھا تاکہ ان کا خاندان نئے سال کے دوران برائیوں اور بدبختیوں سے محفوظ رہے۔ ساداکو نے اسے دیکھ کر دل میں کہا کہ اس نشان کے ہوتے ہوئے کوئی نحوست کیسے واقع ہو سکتی ہے؟

*

(۴) ساداکو کا راز فاش ہوگیا

نیا سال شروع ہوئے کافی ہفتے گذر چکے تھے ساداکو
کی صحت اب اچھی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساداکو کی دعاؤں
اور نیک بختی کے نشان نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا۔

ساداکو کو نئی زندگی کا احساس ہونے لگا تھا۔

وہ پہلے سے تیز دوڑنے لگی تھی لیکن موسم سرما کے ایک
سرد دِن جب وہ اپنے مدرسے کے صحن میں دوڑنے کی
مشق کر رہی تھی تو اسے محسوس ہوا کہ تمام چیزیں اس کے
سر کے گرد گھوم رہی ہیں۔ اور وہ اچانک زمین پر گر پڑی
ایک مدرس جس نے اسے گرتے دیکھ لیا تھا اس کی مدد کو دوڑا
ساداکو نے بڑی دھیمی اور نہایت کمزور آواز میں کہا۔

شاید میں کچھ تھک گئی ہوں اور پھر
اس نے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کی لیکن

شاید میں کچھ تھک گئی ہوں اور پھر اس نے اپنے
پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کی لیکن اس کی ٹانگیں لرز
رہی تھیں اور انتہائی کمزوری کی وجہ سے وہ دوبارہ زمین پر

گر گئی ۔ مدرس نے میستو کو اس کے باپ کو بلانے کیلئے بھیجا۔ مسٹر ساساکی فوراً اپنی حجام کی دوکان بند کر کے مدرسہ پہنچ گئے اور ساداکو کو ریڈ کراس ہسپتال لے گئے۔ ہسپتال میں داخل ہوتے ہی ساداکو نے ڈر کے مارے اپنے بدن میں شدید محسوس کیا کیونکہ اس ہسپتال کا ایک شعبہ ایٹمی تابکاری سے پیدا ہونے والی بیماریوں کے علاج کے لئے مخصوص تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ساداکو ایک مخصوص کمرے میں لے جایا گیا۔ وہاں ایک نرس نے اس کے سینے کا ایکسرے کیا اور معائنہ کے لئے اس کا کچھ خون لیا

ڈاکٹر نوماتا نے اس کی پیٹھ سہلاتے ہوئے اس سے چند سوال پوچھے ۔ تین ڈاکٹر اور بھی آ گئے تاکہ اس کا معائنہ کر سکیں۔ ان میں سے ایک ساداکو کے بالوں میں انگلیاں پھیرتا جاتا اور اپنا سر ہلاتا جاتا تھا۔

اسی اثنار میں خاندان کے دوسرے افراد بھی ہسپتال پہونچ گئے۔ ساداکو کے ماں باپ ڈاکٹر کے کمرے ہی میں تھے سب آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔

اچانک ساداکو نے اپنی ماں کے زور سے بولنے کی آواز سنی جو کہہ رہی تھیں۔ لوکیمیا؟ نہیں! یہ ناممکن ہے

اس وحشتناک لفظ کو سنتے ہی ساداکو نے اپنے ہاتھ کانوں پر دھر لئے کیونکہ وہ اور کوئی بات سننا نہیں چاہتی تھی۔

لیکن اس نے سوچا کہ اسے لوکیمیا نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکے بدن پر ایٹم بم کے زخم کا کوئی نشان موجود نہیں تھا۔

یاسوناگا نرس نے ساداکو کو ہسپتال کے ایک اقامتی کمرے میں ٹھہرایا اور اسے کتان کا بیمارستانی کیمونو پہننے کے لئے دیا۔ وہ اسے پہن کر ابھی ہسپتال کے پلنگ پر لیٹی ہی تھی کہ اس کے خاندان کے لوگ کمرے میں آ پہنچے۔

ساداکو کی ماں تے اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا اور مصنوعی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولی "تم چند ہسپتال میں رہو گی لیکن میں تمہیں ہر روز ملنے آؤں گی" —

ماساہیرو بولا "ہم بھی وعدہ کرتے ہیں کہ مدرسہ سے چھٹی کے بعد تم سے ملنے آیا کریں گے"۔

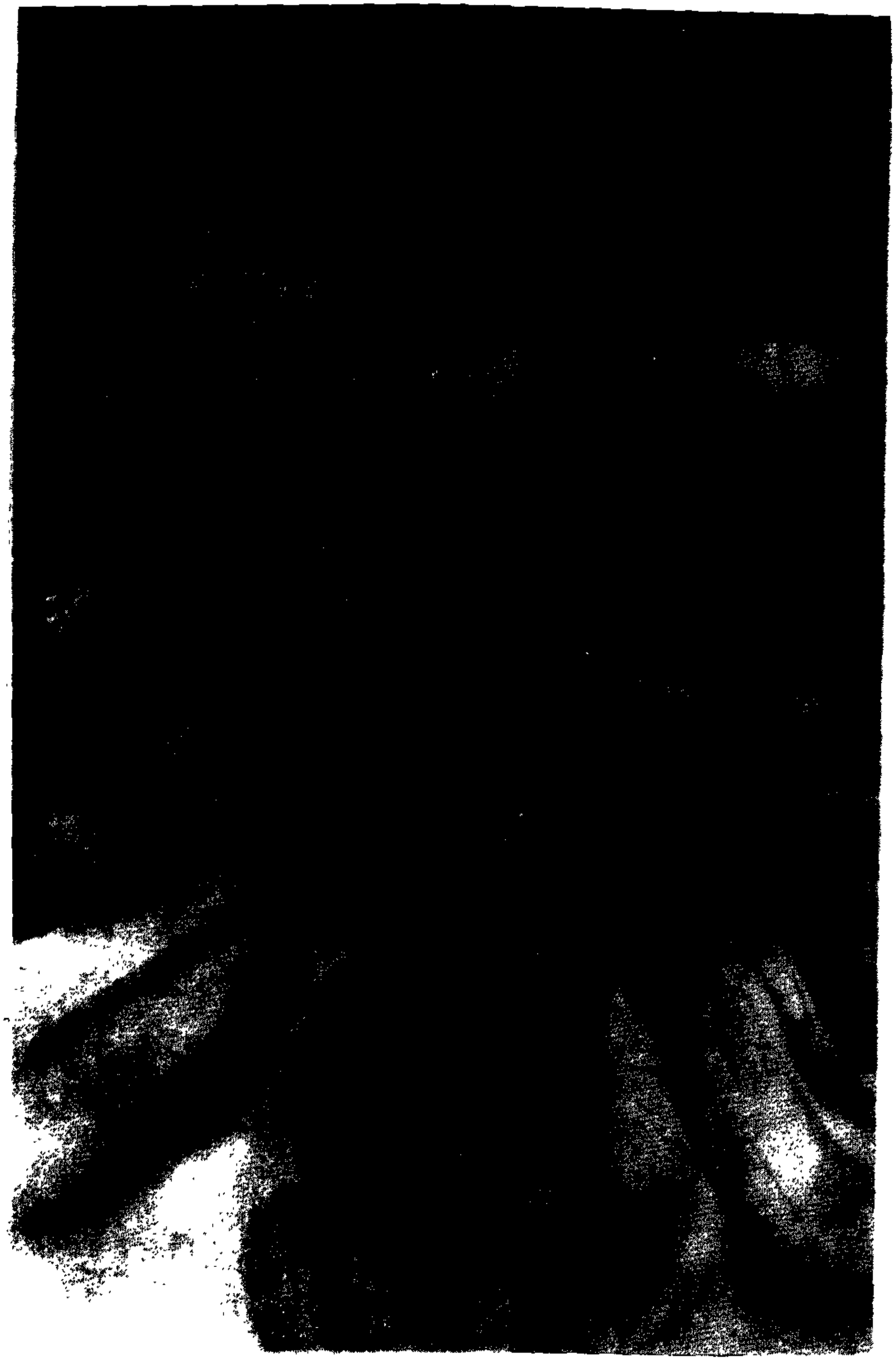

میستو اور ایچی نے بھی موافقت میں سر ہلایا۔ لیکن پریشانی ان کی آنکھوں سے نمایاں تھی۔ ساداکو نے اپنے باپ سے پوچھا:

"کیا میں واقعی لوکیمیا کی بیماری میں مبتلا ہوں؟" مسٹر ساساکی نے وحشت بھری آنکھوں سے جواب دیا۔

"ڈاکٹر چاہتے ہیں کہ تمھارے چند طبّی معائنے کریں صرف اتنی سی بات ہے۔"

مسٹر ساساکی کچھ دیر چپ رہے اور پھر بولے۔

"وہ تمہیں صرف چند ہفتے ہسپتال میں رکھیں گے۔"

ساداکو کے لئے چند ہفتے کا مطلب چند سال تھا اب وہ اپنے مدرسے کے مستقل کھلاڑیوں کی نمبر ۲ ٹیم کی رکن نہیں بن سکتی تھی اور اس سے بھی بدتر یہ کہ وہ اپنے اسکول کی ریزرو ٹیم کی رکن بھی ... نہیں رہ سکتی تھی۔

ساداکو نے بڑی مشکل سے اپنے جذبات پر قابو پایا۔ بیگم ساساکی پریشانی کے عالم میں اس سے لپٹ گئیں۔ انہوں نے اس کے تکیے کو درست کیا اور اس کے بستر کو صاف کیا۔

مسٹر ساساکی نے اپنا گلا صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟"

ساداکو نے نفی میں اپنا سر ہلایا وہ صرف اپنے گھر جانا چاہتی تھی۔ اور یہی اس کی ضرورت تھی، لیکن کب؟ اس کے دل پر وحشت طاری تھی جو ہر لمحہ بڑھتی جا رہی تھی اس نے سن رکھا تھا کہ جو لوگ اس ہسپتال میں لائے جاتے ہیں۔ پھر کبھی یہاں سے زندہ باہر نہیں جاتے۔

تھوڑی دیر بعد یاسوناگا نرس ملاقات کرنے والوں کو باہر لے گئی۔ جب ساداکو اکیلی رہ گئی تو وہ اپنا منہ سرہانے میں چھپا کر دیر تک روتی رہی۔ اس نے اپنی ساری زندگی میں خود کو اتنا تنہا اور بے کس نہ پایا تھا۔

⁂

(۵) سُنہری کونج

اگلی صبح بیدار ہوکر جب سادا کو اپنی آنکھوں کو مل رہی تھی تو اس نے محسوس کیا کہ وہ اپنی ماں کی جانی پہچانی آواز سُن رہی ہے۔ لیکن اس جانی پہچانی آواز کی بجائے ہسپتال کی غیر مانوس آوازوں کا شور اس کے کانوں میں پڑا۔ سادا کو نے ایک آہ بھری اور آرزو کی کہ کاش یہ سب کچھ خواب ہوتا۔ لیکن جب اس نے [illegible] نرس کی آواز سُنی جو اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو اسے یقین ہوا کہ یہ سب سچ تھا۔ نرس اسے انجکشن لگانے آئی تھی۔

نرس نے محبت بھری آواز میں کہا:

"انجکشن لگانا ہسپتال کے پروگرام کا ایک حصّہ ہے۔ تم آہستہ آہستہ اس کی عادی ہو جاؤ گی۔"

سادا کو غمگین آواز میں بولی:

"میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ میری بیماری ختم ہو جائے اور میں گھر لوٹ سکوں۔"

اس دن دوپہر کے بعد ساداکو سے ملاقات کرنے والوں میں چی زوکو سب سے پہلی تھی۔

چی زوکو نے کوئی چیز اپنے پیچھے چھپائے ہوئے بڑی پُراسرار مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"اپنی آنکھیں بند کرو۔"

جب ساداکو نے اپنی آنکھیں خوب بند کرلیں تو چی زوکو نے کاغذوں کے کچھ ورق اور ایک قینچی پلنگ پر رکھ دی اور بولی:

"اب تم آنکھیں کھول سکتی ہو۔"

ساداکو نے اپنی آنکھیں کھولیں اور جب اس کی نظر قینچی اور کاغذوں پر پڑی تو اس نے پوچھا:

"یہ کس لئے ہیں؟"

چی زوکو نے خوشی سے کہا:

"میں نے تمہاری صحت کا راستہ تلاش کرلیا ہے۔ دیکھو۔ اور پھر اس نے ایک سنہری کاغذ اُٹھایا اور اسے

ایک بڑی سی مربع شکل میں کاٹا اور پھر چند بار تہہ کیا اور تھوڑی دیر میں اس نے ایک کونج بنا ڈالی۔

ساداکو دم بخود خوبصورت سنہری پرندے کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے تعجب سے پوچھا۔ "آخر ایک کاغذی پرندہ کیسے مجھے تندرست کر سکتا ہے"۔ ؟

چی زوکو نے کہا:

"تم نے کونجوں کے بارے میں وہ پرانی داستاں نہیں سنی ہے کہ اگر کوئی بیمار شخص کاغذ کی ایک ہزار کونجیں بنا لے تو خدا اس کی آرزوؤں کو پورا کر دیتا ہے۔ اور اسے بیماری سے شفا عطا کرتا ہے۔"

پھر اس نے وہ کاغذی پرندہ ساداکو کو تھماتے ہوئے کہا:

"اور یہ رہی تمہاری پہلی کاغذی کونج۔"

ساداکو کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔

یہ چی زو کی انتہائی محبت اور مہربانی تھی جو اس کے لئے خوش بختی کا ایک طلسم لے کر آئی تھی۔ اور جو خود ان چیزوں پر کوئی اعتقاد نہ رکھتی تھی۔

ساداکو نے سنہری کونج ہاتھ میں پکڑلی اور اپنے لئے تندرستی کی آرزو کرنے لگی جب اس نے اپنی انگلیوں سے کاغذی پرندے کو چھوا تو اس نے محسوس کیا کہ اُمید کا شعلہ اس کے دل میں روشن ہوگیا ہے۔ اس نے اسے اچھا شگون سمجھا۔

پھر اس نے اپنی سہیلی پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا:

”شکریہ چی زوکو میں اس کاغذی پرندے کو ہرگز خود سے دور نہ ہونے دوں گی۔“

جب ساداکو نے کاغذی پرندہ بنانا شروع کیا تو اسے پتہ چلا کہ کاغذ کو تہہ کرنا اور پرندہ بنانا کوئی آسان کام نہیں ہے لیکن آخر کار چی زوکو کی مدد سے اس نے پرندے کے سارے اعضا بنانا سیکھ لیا۔

پھر جب ساداکو نے دس کاغذی پرندے بنالئے۔ تو اس نے انھیں اپنے پلنگ کے پاس والے میز پر پہلے سنہری پرندے کے ساتھ قطار میں رکھ دیا۔ ان میں کچھ ٹیڑھے ترچھے تھے لیکن یہ کام کی ابتدا تھی۔

پھر ساداکو بولی:

"ابھی مجھے نو سو نوے پرندے اور بنانے ہیں"۔

اس نے سنہری پرندے کی قربت میں عافیت محسوس کی۔ اسے اُمید تھی کہ واقعی وہ پرندہ اس کے لیے تندرستی اور خوش بختی لائے گا۔ اس نے سوچا کہ وہ چند ہفتوں میں ایک ہزار پرندے بنا کر تندرست ہو جائے گی ——— اور پھر اپنے گھر واپس جا سکے گی۔

اسی دن شام کو ماساہیرو ساداکو کے لیے اسکول سے ہوم ورک لے کر آن پہنچا اور جب اس نے کاغذی کونجوں کو دیکھا تو بولا۔

"یہ میز تمہارے پرندوں کے لیے بہت چھوٹی ہے اور انھیں سلیقے سے رکھنے کے لیے یقیناً کافی نہیں ہے۔ میں انھیں چھت سے لٹکا دیتا ہوں تاکہ بہتر طور پر نظر آسکیں۔"

ساداکو نے خوش ہوتے ہوئے کہا:

"وعدہ کرتے ہو کہ جو کونج بھی میں بناؤں گی تم اسے لٹکا دو گے؟"

ماساہیرو نے اس کام کا وعدہ کر لیا۔

ساداکو نے متشکرانہ انداز میں کہا:

"یہ تو بہت اچھی بات ہوگی"۔

پھر اس نے دوبارہ پوچھا:

"سچا وعدہ کرتے ہو ناکہ تم ایک ہزار کونجوں کو لٹکا دو گے"۔

اس کے بھائی نے تعجب سے کہا:

"ایک ہزار! مذاق کرتی ہو؟"

پھر ساداکو نے ہزار کونجوں کی کہانی اپنے بھائی کو سنائی۔

ماساہیرو نے اپنے چمکیلے سیاہ بالوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

"تم نے مجھے قابو کرلیا ہے۔ میں تمہاری خوشی کے لئے ہزار کونجوں کو اس کمرے کی چھت سے ضرور آویزاں کردوں گا"۔

اس نے یاسوناگا نرس سے کچھ دھاگا اور ڈرائنگ پنز لے کر ساداکو کی بنائی ہوئی پہلی دس کونجوں کو چھت سے لٹکا دیا۔ صرف پہلی سنہری کونج کو نمونے کے طور پر میز پہ

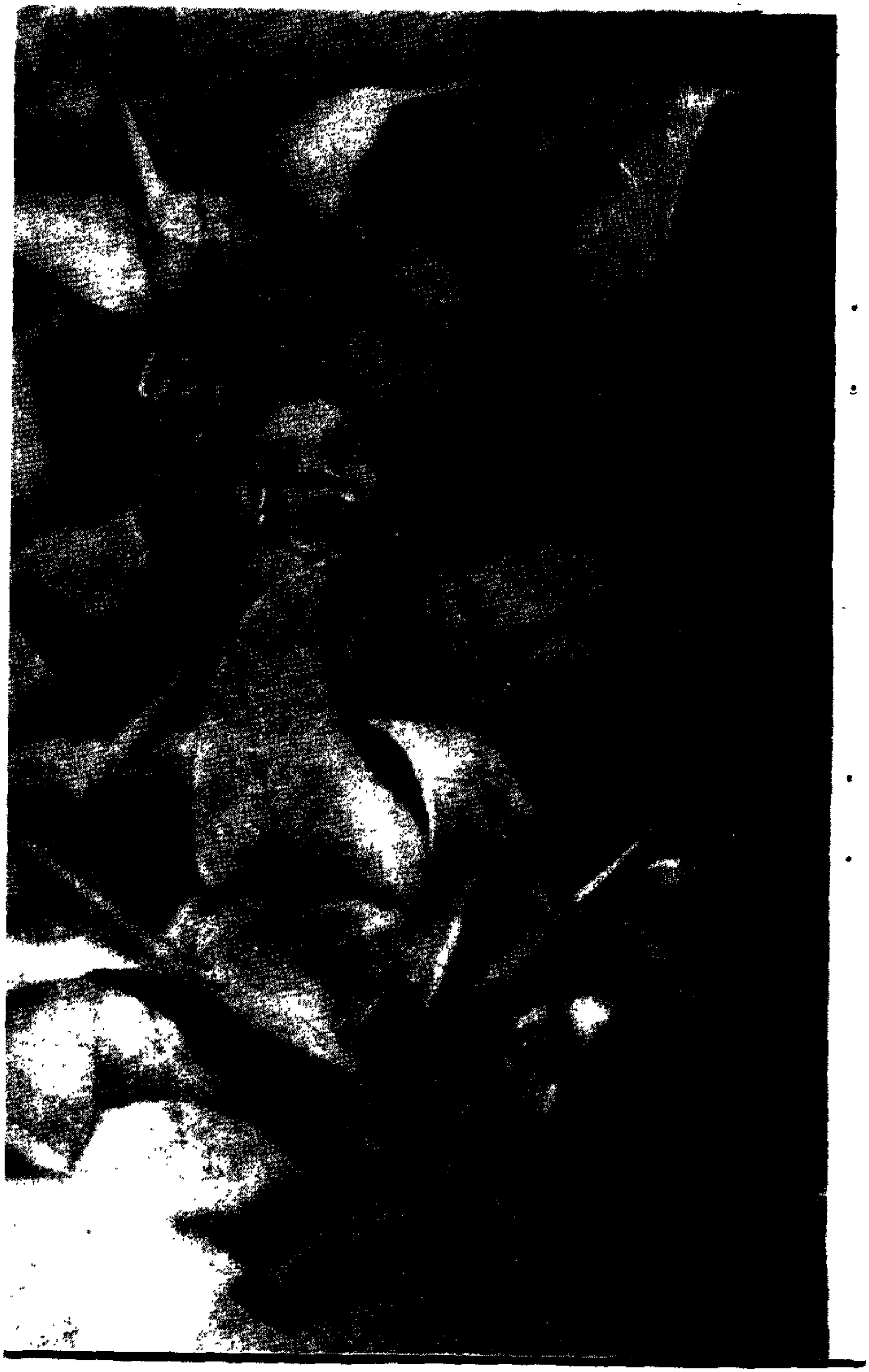

ہی رہنے دیا۔

رات کو ساداکو کی ماں میسنو اور ایجی کے ساتھ ہسپتال آئی۔ سب لوگ کونجوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

ساداکو کی ماں کو انھیں دیکھ کر وہ مشہور نظم یاد آگئی:

"خوبصورت اور حسین پرندو!
رنگا رنگ کاغذوں سے نکل کر،
ہمارے گھر کی طرف پرواز کرو۔"

میسنو اور ایجی کو سنہری پرندے بھائے، لیکن ان کی ماں نے سبز رنگ کے کاغذ سے بنی ہوئی سب سے بڑی کونج کو پسند کیا اور کہنے لگی۔

"یہ پرندہ میرا انتخاب ہے کیونکہ چھوٹا پرندہ بنانا زیادہ مشکل کام ہے۔"

ملاقات کا وقت ختم ہونے پر ساداکو پھر اس کمرے میں اکیلی تھی۔ تنہائی میں اس نے پرندے بنانے شروع کر دیئے تاکہ اس کا حوصلہ پست نہ ہو جائے۔

"گیارہ .... اُمید ہے کہ میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔"
"بارہ .... اُمید ہے میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

۶۔ کن جی

سب جاننے والے سادا کو کی خاطر خوش بختی والے پرندوں کے لئے کاغذ لایا کرتے تھے۔ چی زو کو کلاس کی تمام لڑکیوں کی طرف سے رنگ برنگ کاغذ سادا کو کے لئے لاتی۔ سادا کو کے باپ کو جو کاغذ بھی دکان مین نظر آجاتا سادا کو کے لئے رکھ چھوڑتا۔ حتیٰ کہ یاسونا گا نرس بھی دوائیوں کو لپیٹنے والے کاغذ اسے لا دیتی۔

ماسا ہیرو اپنے وعدے کے مطابق سادا کو کے ہاتھ کے ہاتھ کے بنے ہوئے تازہ پرندے چھت میں لٹکا دیتا تھا۔ وہ چھوٹے پرندوں کو ایک ہی دھاگے میں اور بڑے پرندوں کو الگ الگ دھاگوں میں باندھتا تھا۔ اس سارے وقت میں سادا کو کبھی کبھی احساس کرتی کہ اسکی حالت بہتر ہوگئی ہے۔ لیکن ڈاکٹر کہتے تھے کہ ہسپتال میں آرام کرنا اس کے لئے بہتر ہے۔ اب

وہ اگرچہ سمجھ چکی تھی کہ اسے لوکیمیا کا مرض لاحق ہے۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ اس مرض مبتلا بعض اچھے بھی ہو چکے ہیں اور تندرست ہوجانے کی امید سے کبھی دستبردار نہیں ہوتی تھی۔

جن دنوں اسے بیماری سے افاقہ محسوس ہوتا وہ زیادہ پرندے بناتی تھی۔ اسکول کا ہوم ورک بھی کرتی تھی۔ اپنی سہیلیوں کو خط بھی لکھتی تھی اور ملاقاتیوں کے ساتھ کھیلتی بھی تھی۔ پہیلیاں بھی بوجھتی تھی اور شعر بھی پڑھتی تھی اور شام کو جب وہ اکیلی ہوتی، ان رنگ برنگ کاغذوں سے جو اس کے لئے لائے جاتے تھے کونجیں تیار کرتی تھی جن کی تعداد اب تین سو ہو چکی تھی اب وہ کاغذوں کو عمدگی سے تہہ کرتی تھی اور اچھے پرندے تیار کرتی تھی۔

صحت کی امید میں اس کی انگلیاں زیادہ تیزی سے کام کرتی تھیں لیکن ایٹمی بم کے پھٹنے سے پیدا ہونے والی بیماری آہستہ آہستہ سادا کو کی قوت کو کم کرتی جا رہی تھی۔ اس کا بدن درد کرتا تھا، اور کبھی تو اس کا سر درد اتنا تیز ہو جاتا

کہ نہ وہ کچھ پڑھ سکتی اور نہ لکھ ہی سکتی تھی۔ اور کبھی محسوس کرتی تھی کہ حرارت کی زیادتی سے اس کا سارا جسم پھنک رہا ہے۔ اور یہ ساری باتیں اس کے غم کا سبب بنتی تھیں۔ کبھی وہ اتنی کمزور ہو جاتی تھی کہ کوئی کام نہ کر سکتی تھی اور پھر وہ سنہری پرندے کو اپنے پاؤں میں دبا لیتی اور گھنٹوں اپنے کمرے کی کھڑکی میں بیٹھی رہتی اور ہسپتال کے صحن میں چنار کے درخت کو تکتی رہتی۔

ایک دن جب وہ بہت زیادہ تھکاوٹ محسوس کر رہی تھی نرس یاسوناگا اسے ہسپتال کی پہیوں والی کرسی پر بٹھا کر ہوا خوری کے لئے ہسپتال کے صحن میں لے آئی۔

وہاں سادا کو پہلی بار "کن جی" سے ملی۔ کن جی ایک نو سالہ لڑکا تھا جس کا چہرہ بہت کمزور اور لاغر اور آنکھیں سیاہ اور اندر کو دھنسی ہوتی تھیں

"آداب" میرا نام سادا کو ہے۔

کن جی نے بھی کمزور آواز میں سادا کو آداب کہا، اور پھر دونوں نے پرانے ساتھیوں کی طرح باتیں کرنا شروع کیں۔ کن جی کافی عرصے سے ہسپتال میں تھا۔ لیکن بہت کم

لوگ اسے ملنے آتے تھے۔ اس کے ماں باپ مر چکے تھے اور وہ ہسپتال کے قریب ایک چھوٹے سے شہر میں اپنی چچی کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کی چچی اتنی بوڑھی تھی کہ ہفتے میں صرف ایک بار کن جی سے ملنے آسکتی تھی۔

کن جی نے کہا:

"میں اپنا زیادہ وقت مطالعہ میں صرف کرتا ہوں۔"

ساداکو نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا تاکہ وہ کن جی کا غمناک چہرہ نہ دیکھے

کن جی نے گہری آہ کے ساتھ غمگین آواز میں اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا:

"لیکن میرے نزدیک اس کی کوئی اہمیت کیونکہ میں جلد ہی مر جاؤں گا۔ مجھے لوکیمیا کا مرض ہے۔"

ساداکو نے جلدی سے کہا:

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔ اُس وقت تو تم پیدا بھی نہیں ہوئے ہو گے۔"

کن جی نے جواب دیا:

" لیکن زہر میری ماں کے خون میں شامل ہو گیا تھا۔ اور مجھے یہ بیماری اس سے ملی ہے۔"

سادا کو کا دل بہت چاہتا تھا کہ کسی طرح اسکی دل جوئی کرے، لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ کیا کہے۔ پھر اسے اپنی کونجیں یاد آئیں اور کہنے لگی:

"تم بھی میری طرح کاغذی کونجیں بناؤ شاید کوئی معجزہ ہو جائے"۔

کن جی نے بڑے سکون کے ساتھ جواب دیا۔

" میں کونجوں کی کہانی جانتا ہوں۔ لیکن اب میرے لئے بہت دیر ہو چکی ہے۔ یاسوتاگا نرس جو اس لمحے ان کے قریب آگئی تھی۔ یہ باتیں سن کر سخت لہجے میں بولی:

" کن جی تم نے اپنی بیماری کے بارے میں یہ معلومات کہاں سے حاصل کیں"؟

کن جی نے ماہرانہ انداز میں نرس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا:

" میں خوب جانتا ہوں۔ میں اپنے چارٹ پر لکھے ہوئے خون کی رپورٹ پڑھ لیتا ہوں۔ روز بروز میرے خون

کی حالت بدتر ہوتی جارہی ہے۔"

نرس جو بہت پریشان ہوگئی تھی بولی:

"کیوں اتنی باتیں کرتے ہو؟ اس طرح سے تم تھک جاؤ گے۔"

اور پھر وہ کن جی کو اس کے کمرے میں لے گئی۔

جب ساداکو اپنے کمرے میں واپس آئی وہ کن جی کے بارے میں سوچ رہی تھی اس نے سوچا یہ کتنی اذیت ناک بات ہے کہ کوئی بیمار ہو جائے اور کوئی اس کا ملنے والا بھی نہ ہو۔ لیکن جی ایک بہادر لڑکا تھا کہ اس نے ان ساری تکالیف اور مشکلات کا خوب مقابلہ کیا تھا۔ پھر ساداکو نے اپنے کاغذوں میں سے سب سے خوبصورت رنگ کا کاغذ انتخاب کرکے ایک بڑی کونج بنائی اور اسے کن جی کو بھجوادیا کہ شاید وہ پرندہ اس کے لئے بھی اچھے شگون والا ثابت ہو۔ پھر اس نے چند پرندے اپنی شفایابی کے لئے بنائے۔

تین سو اٹھانوے....

تین سو ننانوے...

ایک دن کن جی اپنے کمرے کے برآمدے میں دکھائی نہ دیا۔ رات کے پچھلے پہر ساداکو نے ایک اسٹریچر کی آواز سنی جو کمرے سے باہر نکالا جا رہا تھا۔

جب یاسوناگا نرس ساداکو کے کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے بتایا کہ کن جی مر چکا ہے۔

ساداکو نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کر لیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

چند لمحوں بعد اس نے نرس کے محبت بھرے ہاتھوں کو اپنی پیٹھ پر محسوس کیا۔ نرس نے محبت سے کہا:

"آؤ کھڑکی کے پاس بیٹھیں۔ اور کچھ باتیں کریں۔"

جب ساداکو کی ہچکیاں ختم ہوئیں اور اس کی نظریں ستاروں سے بھرے ہوئے آسمان پر پڑیں۔
تو وہ بولی:

"کیا تمہارے خیال میں کن جی اب کسی ستارے پر بیٹھا ہے؟"

نرس بولی:

"مجھے اطمینان ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہے خوش ہے کیونکہ اس نے بیمار اور تھکے ہوئے جسم سے نجات پالی ہے اور اب اس کی روح آزادی کے ساتھ آسمانوں کی کھلی فضا میں پرواز کر رہی ہے۔"

سادا کو خاموش تھی۔ وہ چنار کے پتوں کی خش خش سن رہی تھی جو ہوا کے جھونکوں سے ہل رہے تھے۔

اس نے کہا:

"اب اگلا شکار میں ہوں۔ میرے مرنے کا وقت بھی آن پہونچا ہے۔ کیا یہ غلط ہے؟"

یاسوناگا نے اپنے سر کو نفی میں ہلا کر کہا:

"نہیں! ہرگز ایسا نہیں ہے۔"

⁂

اور پھر اس نے کچھ کاغذ سادا کو کے پلنگ پر رکھتے ہوئے کہا۔ اچھا اب اس سے پہلے کہ تم سو جاؤ میں چاہتی ہوں کہ تم ایک اور پرندہ تیار کرو۔ اور میں اسے دیکھتی رہوں۔ اس کے بعد جب تم ایک ہزار پرندے تیار کر چکو گی تو اتنی لمبی عمر تک زندہ رہو گی کہ بڑھیا کہلاؤ گی۔"

سادا کو بڑی مشکل سے اس بات کو باور کر سکی اور پھر اس نے بڑی دقت سے کاغذ کو تہہ کیا اور ایک پرندہ بنایا اور پھر اس نے اپنی تندرستی کی دعا مانگی۔

"چار سو ترسٹھ۔

"چار سو چونسٹھ ....."

(۷) ہزاروں خواہشیں

موسم بہار اپنی طویل و متواتر بارشوں کے ساتھ آن پہونچا تھا۔ بارش بلاناغہ ہو رہی تھی۔ بارش کے قطرے کھڑکی کے شیشوں کے ساتھ ٹکراتے تھے اور درختوں کے پتّوں سے بھی بارش کا پانی ٹپکتا تھا کمرے کی ہر چیز حتّٰی کہ گدّوں سے بھی نمی کی بو آتی تھی۔

سادا کو کمزور ہو چکی تھی۔ اس کا رنگ اُڑ چکا تھا۔ اب صرف اس کے ماں باپ اور ماسا ہیرو کو اس سے ملنے کی اجازت تھی۔ اس کی ہم کلاس لڑکیوں نے لکڑی کی ایک گڑیا جس کا نام کوکی شی تھا اور جس نے انگور کے پھولوں والا کیمونو پہن رکھا تھا، اس کیلئے بھیجی تھی، تاکہ وہ خوش ہو۔ کیونکہ اسے لکڑی کی گڑیا بہت پسند تھی۔

سادا کو نے اس گڑیا کو سنہری کونج کے پاس رکھ دیا۔

دیا۔ ساداکو کی ماں بہت پریشان تھی کیونکہ اب اس کی بھوک ختم ہو چکی تھی۔

ایک دن ساداکو کی ماں اس کے لئے ایک ڈبہ جس میں مخصوص کھانا تھا لے آئی۔ یہ کھانا ساداکو کو بہت پسند تھا، کریم رول، انڈا، چاول، آلو کی چٹنی اور بیسنی نان۔

ساداکو نے سرہانے کا آسرا لیتے ہوئے پلنگ پر بیٹھنے کی کوشش کی تاکہ ماں کے لائے ہوئے کھانے کو کھا سکے۔ لیکن اس میں کھانا چبانے کی طاقت نہ تھی۔ بڑی مشکل سے ایک لقمہ اس کے حلق سے نیچے اُترا اور مجبوراً اس نے وہ سارا کھانا جو انتہائی لذیذ تھا ایک طرف رکھ دیا۔ اس کی ماں کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔

ساداکو بھی اچانک رونے لگی۔ اسے اپنے آپ پر سخت غصہ آرہا تھا۔ وہ ہچکیاں لیتے ہوئے بولی:

"امی! میں تمہارے دُکھ اور غم کا باعث بنی ہوں"

وہ جانتی تھی کہ اس کا خاندان اتنا مالدار نہیں ہے کہ اس کے

لئے اتنا قیمتی کھانا مہیا کر سکے۔ اسکی آنکھوں سے بے تحاشا آنسو بہ نکلے۔ لیکن فوراً ہی اس نے اپنے آنسو پونچھ لئے۔

اس کی ماں نے اسے گود میں لیتے ہوئے بڑے پیار سے کہا۔

"میری بچی غم نہ کر تو جلد ٹھیک ہو جائے گی۔ اور گرمیاں آنے سے پہلے تندرست ہو جائے گی۔"

ساداکو نے ماں کا سہارا لیا۔ اس کی ماں کتاب میں لکھے ہوئے اشعار پڑھنے لگی اور ساداکو سنتی رہی۔

جب ماساہیرو آیا تو ساداکو کچھ چست اور خوش تھی۔ وہ ماں کا لایا ہوا کھانا کھاتے ہوئے اسے مدرسے کی خبریں سُنانے لگا۔

رخصت ہوتے وقت اس نے کہا:

"اوہو میں تو بھول ہی گیا تھا کہ ایچی نے تمہارے لئے تحفہ بھیجا ہے۔"

اس نے اپنا ہاتھ جیب میں ڈال کر ایک نقرئی کاغذ نکالتے ہوئے کہا:

"لو، ایچی نے ایک کونج بنانے کے لئے یہ کاغذ

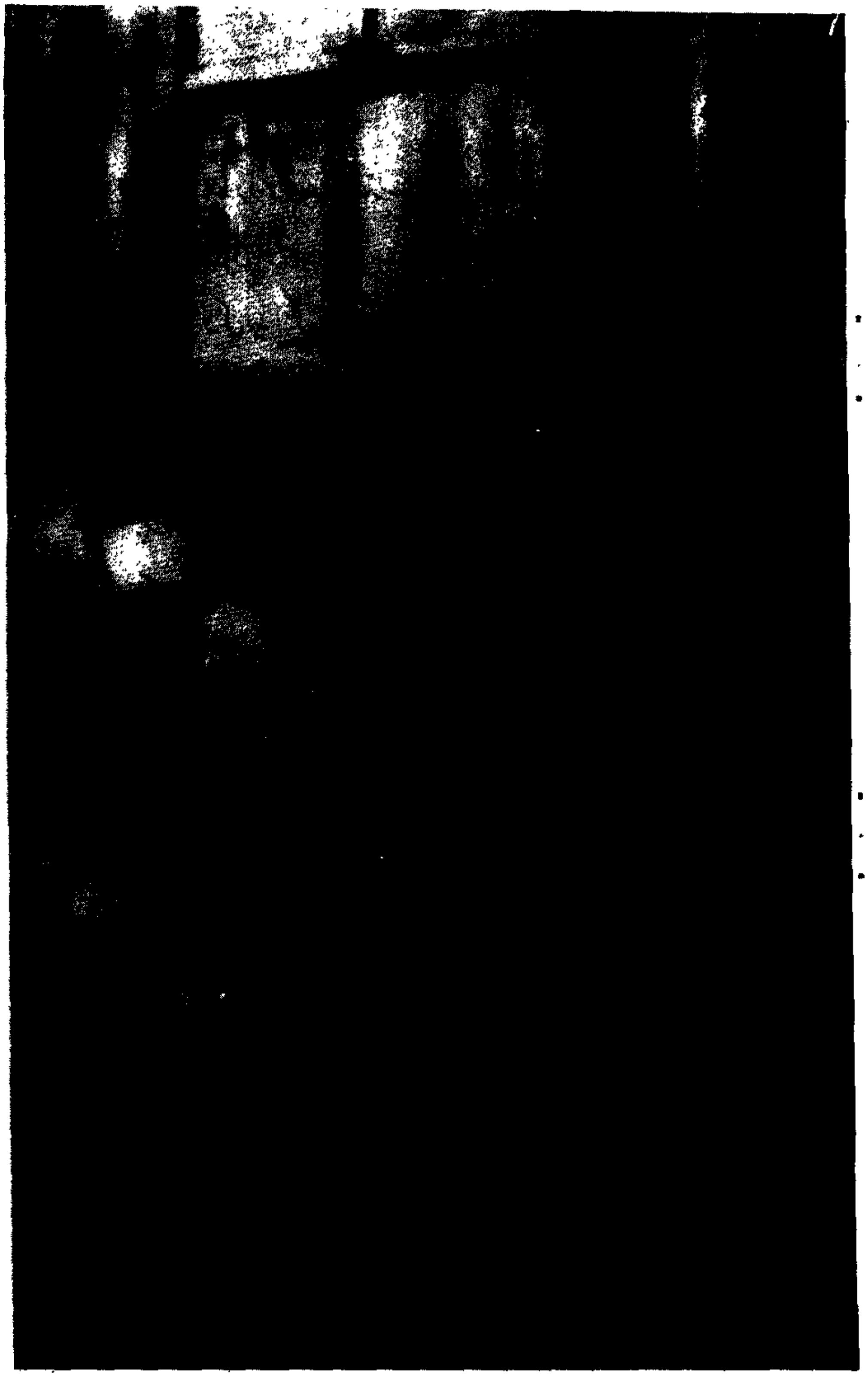

بھیجا ہے۔"

ساداکو نے کاغذ لے کر کہا "واہ واہ اس میں سے تو چاکلیٹ کی خوشبو آتی ہے" اور پھر تینوں ہنس پڑے ۔ ساداکو کی یہ اس دن کی پہلی ہنسی تھی جو اچھی علامت ہو سکتی تھی ۔

پھر ساداکو بڑی ملائمت سے بولی "شاید سنہری پرندے والا معجزہ اپنا اثر دکھا رہا ہے۔ پھر اس نے نقرئی کاغذ کو صاف کیا اور اس سے ایک پرندہ بنایا ۔

"پانچ سو اکتالیس ....

لیکن وہ بہت تھک چکی تھی اور اب ایک سے زیادہ پرندہ نہیں بنا سکتی تھی۔ وہ بستر پر لیٹ گئی اور اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی ماں شعر گنگناتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ وہ یہ شعر ساداکو کو بہت چھوٹی سی عمر میں سنایا کرتی تھی ۔

"اے بہشت کی کونجو!
اپنے خوبصورت پروں سے
میری منّی کے چہرے کو ڈھانپ دو۔"

(۸) آخری ایام

موسم گرما ختم ہونے کو تھا۔ ہوا گرم اور جُھلسا دینے والی تھی۔ ساداکو کچھ بہتر لگ رہی تھی۔ اس نے اپنے بھائی ماسا ہیرو سے کہا:

"میں نے پانچ سو سے زیادہ پرندے بنا لئے ہیں یقیناً اچھی صورتِ حال پیش آئے گی۔"

اور ایسا ہی ہوا۔ ساداکو کی بھوک بھی بڑھ رہی تھی اور درد میں بھی کمی واقع ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر نوماتا نے ساداکو کی صحت کا یقین دلایا تھا اور اسے اجازت دیدی تھی کہ کچھ دنوں کے لئے اپنے گھر چلی جائے۔

اس رات ساداکو کچھ مضطرب تھی اور سو نہ سکی تھی۔ لیکن اس خیال سے کہ شاید پرندے کوئی معجزہ دکھائیں اس نے کاغذ کے چند اور پرندے بنائے۔

"چھ سو اکیس ...."

"چھ سو بائیس....."

سادا کو اپنے گھر اور اہل خاندان میں ہونے کے احساس سے خوشی تھی اور اس بات کی تو اسے بہت ہی خوشی تھی کہ اگلے روز عید تھی۔ یہ عید مردوں کی ارواح کے استقبال کی عید تھی جو ہر سال اسی دن آسمان سے اپنے عزیزوں کو دیکھنے کے لئے زمین پر آتی تھیں

اس کی ماں اور میتو نے سارے گھر کو صاف کر دیا تھا اور گھر اُجلا نظر آتا تھا۔ میز پر گلدان اور پھول سجائے گئے تھے اور اس کے نزدیک لکڑی کی گڑیا اور پرندے بھی نظر آتے تھے۔ گھر کی فضا اس دن کی مناسبت سے تیار کی جانے والی مخصوص ڈشوں سے مہک رہی تھی۔ بیسن کے نان اور چاول کے کوفتوں سے بھرے ہوئے برتن ایک بڑی ٹرے میں سجا کر روحوں کی ضیافت والے طاقچے پر رکھ دیئے گئے تھے۔

اس رات سادا کو نے دیکھا کہ اس کی ماں نے

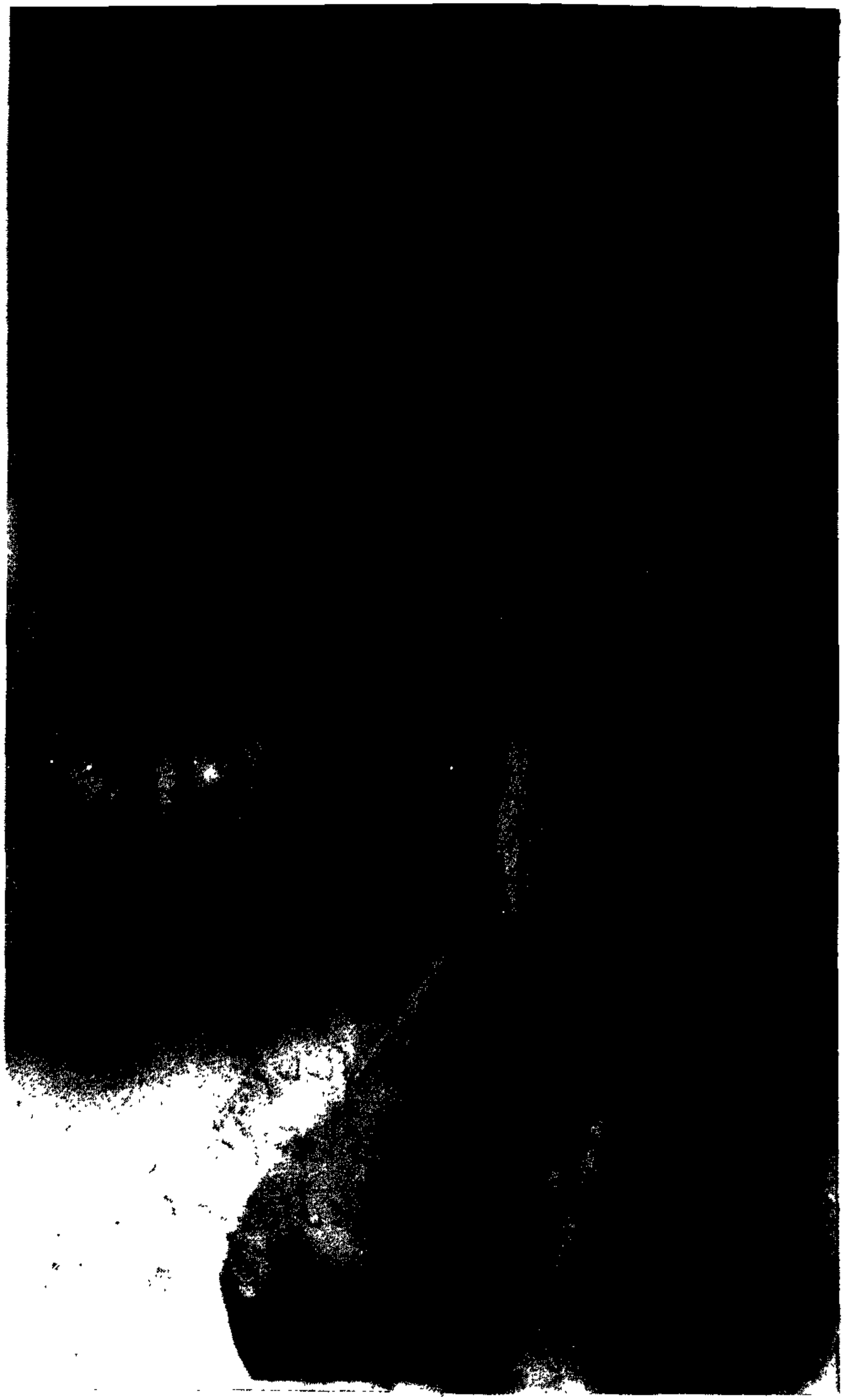

ایک فانوس کو روشن کر کے اسے ایک میز پر کمرے کے پچھلے برآمدے میں رکھ دیا ہے، تاکہ روحیں تاریکی میں اپنا راستہ ڈھونڈ سکیں۔

ساداکو نے ایک سرد آہ بھری اور حسرت سے کہا:

"کاش میں ہمیشہ گھر میں رہ سکتی۔"

کئی دن مسلسل اس کے رشتہ دار اور سہیلیاں اسے دیکھنے آتے رہے۔

ہفتے کا آخری دن تھا۔ ساداکو دوبارہ تھک چکی تھی اور اس کا رنگ اُڑ چکا تھا۔ اب وہ صرف ایک کونے میں بیٹھ کر اپنے اردگرد دیکھ سکتی تھی۔

مسٹر ساساکی نے کہا:

"ساداکو اب سیانی ہوگئی ہے۔ اس کی دادی اماں کی روح اپنی پوتی کو دیکھ کر ضرور خوش ہوگی۔"

بیگم ساساکی نے بے چینی سے کہا:

"تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو۔ مجھے بہت اُمید ہے کہ ہماری بیٹی جلد ہی صحت مند ہو جائے گی۔ اور ہمیشہ کے لئے اپنے گھر لوٹ آئے گی۔"

اور پھر وہ روتی ہوئے باورچی خانہ میں چلی گئی۔

ساداکو نے دل میں کہا:

" میں سب کے لئے غم و اندوہ کا باعث بن گئی ہوں۔ اس نے دعا کی کہ وہ پہلے ہی کی طرح خوش و خرم اور تندرست ہوجائے اور سوچنے لگی کہ اس صورت میں اس کی ماں کتنی خوش ہوگی۔

ایسا لگتا تھا گویا ساداکو کے باپ نے ساداکو کے افکار کو پڑھ لیا تھا۔ وہ بولے:

" گھبراؤ نہیں میری بچّی!"

اگر آج رات خوب سوئیں تو کل اچھے دن کا آغاز کروگی۔ لیکن دوسرے ہی دن ساداکو ہسپتال لوٹ جانے کے لئے مجبور ہوگئی۔ یہ پہلی بار تھی کہ اسے اپنے آپ کو ہسپتال کے آرام دہ کمرے میں پاکر خوشی ہوئی تھی۔

اس کے ماں باپ کافی دیر تک اس کے پاس رہے کمزوری کی وجہ سے اب وہ اکثر بے ہوش ہوجاتی تھی۔

ایک دفعہ اس نے خواب اور نیم بیداری کے عالم میں کہا:

"جب میں مرجاؤں تو میرے پسندیدہ بیسن کے نان میری روح کے سکون کی خاطر طاقچے میں رکھ دینا۔

اس کی ماں کچھ نہ کہہ سکی اس کا گلا رندھ گیا تھا۔ اس نے اپنی بیٹی کا ہاتھ مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔

مسٹر ساساکی نے پریشان ہوکر کہا۔

"چپ رہو۔ یہ بات سال ہا سال تک نہ ہو گی۔ ساداکو بیٹی تمہارے لئے یہ بہتر ہو گا کہ ان باتوں کے بارے میں ہرگز ہرگز کچھ نہ سوچو بلکہ صرف چند اور کونجیں بنا ڈالو تاکہ ایک ہزار ہو جائیں۔

نرس یاسوناگا نے ساداکو کو دوا پلائی۔ تاکہ وہ آرام سے سو جائے۔

ساداکو نے آنکھیں بند کرنے سے پہلے اپنے ہاتھ پھیلائے۔ اور اپنا سنہرا پرندہ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور پھر اپنی لکڑی کی گڑیا کی طرف منہ کرکے بولی:

" جب میں ٹھیک ہو جاؤں گی تو ایک دن ہوا کی طرح دوڑوں گی۔"

اس کے بعد ڈاکٹر نوماتا مسلسل اسے خون کے انجکشن لگاتا اور اس کی دلجوئی کیلئے کہا کرتا تھا کہ "میں جانتا ہوں کہ اس سے درد ہوتا ہے۔ لیکن ایسا کرنے پر ہم مجبور ہیں" سادا کو نرمی سے اپنے سر کو ہلاتی تھی۔

اور انجکشن کے بارے میں کوئی شکایت نہیں کرتی تھی چاہے کتنا ہی شدید درد کیوں نہ ہو۔ ایک اور بڑا درد سادا کو کے رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا۔ یہ موت کے ڈر کا درد تھا لیکن اس کو اس کا بھی مقابلہ کرنا تھا۔ اسی طرح جس طرح وہ اب تک اس بیماری کا مقابلہ کرتی آئی تھی۔ پھر اسے یاد آیا کہ ہمیشہ اُمید رکھنی چاہیئے۔

اب اس کی ماں اپنا زیادہ تر وقت اس کے پاس ہی ہسپتال میں گذارتی۔

سادا کو ہر روز دوپہر کے بعد اپنی ماں کی چپلوں ٹاپ کی آواز سنا کرتی تھی۔ سب ملنے والوں کیلئے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے زرد رنگ کی چپلیں پہننا ضروری ہوتا تھا۔ لیکن اس کی ماں کی چپلوں کی آواز مخصوص تھی۔

جب ساداکو اپنی ماں کا پریشان اور اترا ہوا چہرہ دیکھتی تو اس کا دل درد کرنے لگتا۔ اب جب ساداکو کے اہلِ خاندان اس سے ملنے آئے تو چنار کے پتے سنہری ہو چکے تھے۔

ایجی نے بڑے ڈبّے پر سنہری کاغذ لپیٹ کر اس پر سُرخ فیتا باندھا ہوا تھا۔ وہ اس نے ساداکو کے ہاتھ میں تھمایا۔

ساداکو نے اطمینان سے ڈبّے کو کھولا۔ ڈبّے میں وہ چیز تھی جو اس کی ماں اسے دینے کی ہمیشہ آرزومند رہا کرتی تھی۔ یہ ایک ریشمی کیمونو تھا جس پر رس بھری کی کلیاں بنی ہوئی تھیں۔ ساداکو نے اپنے رخساروں پر اپنے آنسوؤں کی گرمی کو محسوس کیا۔ اور بولی:

امّی تم نے یہ کام کیوں کیا؟ میں کبھی اسے پہننے کے قابل نہ ہوسکوں گی۔ تم نے کیوں اتنا روپیہ خرچ کیا۔ مسٹر ساساکی نے نرمی سے کہا:

"ساداکو! تمہاری ماں کل رات اسے سینے کے لئے

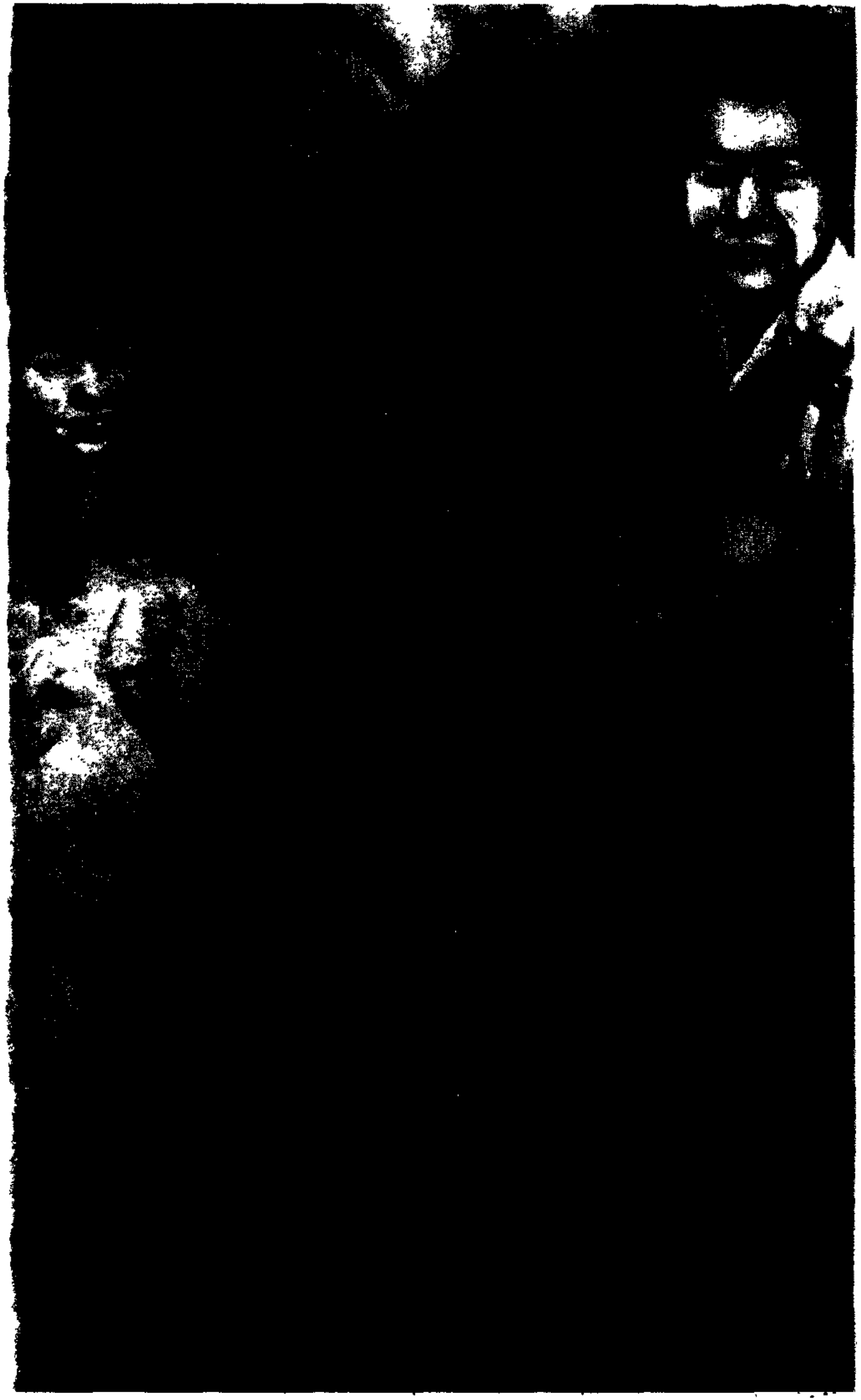

کئی گھنٹے جاگتی رہی۔ اب اُٹھو اسے پہن لو ''

سادا کو بڑی مشکل سے اپنی جگہ سے اُٹھی۔ اور اس نے اپنی ماں کی مدد سے کیمونو پہن لیا۔ وہ خوش تھی کہ اس کے سوچے ہوئے پیبر ملبے کیمونو میں چھپ گئے تھے پھر وہ بڑی تکلیف سے لڑکھڑاتے ہوئے کھڑکی کے قریب کرسی پر جا بیٹھی۔

سب کہنے لگے کہ سادا کو اس لباس میں پہلے سے بھی خوبصورت لگتی ہے۔ عین اسی وقت ، چی زو کو کمرے میں داخل ہوئی۔ ڈاکٹر نوماتا نے اسے چند لحظوں کے لئے ملاقات کی اجازت دی تھی ـــــ چی زو کو نے اشتیاق بھری نظروں سے سادا کو کو دیکھا اور بولی:

"کیمونو تمہیں مدرسہ کی یونیفارم سے بھلا لگتا ہے"۔

سب ہنس پڑے۔

پھر سادا کو مذاق کرتے ہوئے بولی "جب میں اچھی ہو جاؤں گی تو ہر روز یونیفارم کی جگہ کیمونو ہی پہنا کروں گی"۔

مبستو اور ایچی بھی یہ سن کر بہت ہنسے اس مختصر سے وقت میں سب خوش تھے۔ گویا وہ سب اپنے گھر میں ہیں۔

بچوں نے ساداکو کا دل بہلانے کی خاطر بیت بازی شروع کر دی تھی اور اس کی پسند کے کچھ گیت بھی گائے۔ وہ سب چاہتے تھے کہ وہ اپنا درد بھول جائے لیکن اس کا درد بھلا دینے والا نہ تھا۔ اس کے والدین وہاں سے جاتے وقت کچھ کچھ خوش دکھائی دے رہے تھے۔

اس رات ساداکو سونے سے پہلے صرف ایک کاغذی پرندہ بنا سکی۔

"چھ سو چوالیس ....."

اور یہ آخری کونج تھی جو ساداکو نے بنائی۔

⁂

(۹) ہوا سے مقابلہ

جوں جوں سادا کو کی کمزوری بڑھتی جا رہی تھی موت کے بارے میں اس کی سوچوں میں بھی اضافہ ہوتا تھا وہ اپنے آپ سے سوال کرتی تھی۔ کیا مرنے کے بعد میں بہشت کے پہاڑوں میں کسی پر سکونت اختیار کر لوں گی۔ کیا مرنا مشکل اور سخت کام ہے؟ کیا وہ سو جانے جیسا ہے؟ دل ہی دل میں کہتی کاش میں موت کے بارے میں کچھ نہ سوچ سکتی۔

لیکن یہ کام بارش کو برسنے سے روکنے کی مانند تھا۔ وہ اپنے تمام حواس کسی موضوع پر غور کرنے میں لگا دیتی۔ لیکن موت کا اندیشہ اس کی سوچ پر برابر چھایا رہتا تھا۔

خزاں آدھی گزر چکی تھی۔ سادا کو نے اب روز و شب کا حساب چھوڑ دیا تھا۔ ایک بار وہ جب بیدار

ہوئی تو اس نے دیکھا کہ اس کی ماں رو رہی ہے۔ سادا کو بولی:

"امی خدا کے لئے نہ رو۔ میری خاطر اب رونا بند کر دو۔" وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی زبان میں بولنے کی تاب نہ رہی۔ بے اختیار ایک آنسو اس کے رخسار پر ڈھلک پڑا۔ کیونکہ وہ اپنی ماں کے غموں کا باعث بنی تھی۔ اس کے اختیار میں اسکے سوا کچھ نہ تھا کہ باقی کونجیں بنائے اور کسی معجزے کے رونما ہونے کا انتظار کرے۔ اس نے لرزتے ہاتھوں کو کاغذ کی طرف بڑھایا۔ لیکن اس کی انگلیوں میں کاغذ کو سنبھالنے کی طاقت نہ تھی۔ اس نے بڑے دکھ سے کہا۔ اب میں ایک پرندہ بھی نہیں بنا سکتی۔ پھر وہ اپنے آپ سے کہنے لگی:

"مجھے اب ضرور جلدی ہی سب پرندے بنا لینے چاہئیں"۔

لیکن اگرچہ اس نے اپنی تمام طاقت صرف کی۔ پر رات ہونے سے پہلے وہ صرف ایک ہی کاغذ

تہہ کر سکی اور سو گئی۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر نوماتا کمرے میں داخل ہوا اس نے اپنا ہاتھ ساداکو کی پیشانی پر رکھا، اور بڑے آرام سے کاغذ اس کی انگلیوں سے کھینچ لیا۔

ساداکو نے بڑی مشکل سے ڈاکٹر کی آواز کو سنا جو کہہ رہا تھا:

"اب سو جاؤ! باقی پرندے صبح بنا لینا"

لیکن آنے والا کل ساداکو کو بہت لمبا نظر آتا تھا۔

اگلے دن جب ساداکو نیند سے بیدار ہوئی تو سارے خاندان والے اس کے کمرے میں موجود تھے۔ ساداکو انھیں دیکھ کر مسکرائی۔ وہ اپنے خیال کے مطابق محبت بھرے خاندان کے لئے روشنی کا سامان تھی اور جانتی تھی کہ ان کے دلوں میں ہمیشہ اس کا مقام رہے گا۔ اسے ایسا دکھائی دینے لگا جیسے چراغ کے شعلے اس کی آنکھوں کے سامنے ناچ رہے ہوں۔ اس نے اپنا کمزور اور لرزتا ہوا ہاتھ پھیلایا تاکہ اپنے

سنہری پرندے کو اُٹھا سکے۔ زندگی اسے خیرباد کہہ رہی تھی، لیکن اس کا سنہری پرندہ اس کے دل کو قوت دیتا تھا۔

اس نے اپنے بنائے ہوئے تمام پرندوں پر نظر ڈالی جو چھت کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔ وہ اسی طرح انھیں دیکھتی رہی۔ اس نے دیکھا کہ خزاں کی ملائم صبح کی ہوا کے ساتھ وہ اٹھکیلیاں کرتے ہوئے ادھر اُدھر جھول رہے ہیں۔ اسے ایسا لگا جیسے وہ سب زندہ ہوں اور کھڑکی راستے باہر اُڑنا چاہتے ہیں۔ وہ کتنے خوبصورت اور آزاد تھے....

ساداکو نے آہ بھری اور اپنی آنکھیں بند کرلیں اور پھر کبھی بیدار نہ ہوئی۔

⁂

(۱۰) آخری بات

ساداکو ساساکی ۲۵؍ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو مر گئی۔ اس کی ہم جماعت لڑکیوں نے ۳ سو چھپن کاغذی کونجیں اور بنائیں اور یوں ساداکو کی کاغذی کونجیں ملا کر ان کی پوری تعداد ایک ہزار ہو گئی۔ پھر ان سب کو ساداکو کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔ یوں ساداکو کی دلی آرزو پوری ہو گئی اور معجزہ رونما ہو گیا۔ کہ وہ تمام انسانوں کے دلوں میں زندہ جاوید ہو گئی۔ ساداکو کو دفن کرنے کے بعد ساداکو کی ہم جماعت لڑکیوں نے اس کے خطوط جمع کئے اور ان سب کو کوکی شی کے عنوان سے ایک کتابی صورت میں شائع کروایا۔ جتنی مدّت ساداکو ہسپتال میں رہی، اس کی سہیلیاں اسے لکڑی کی گڑیا کوکی شی کے نام سے پکارتی رہیں۔ ساداکو کی ہم جماعتوں نے سوچا کہ ساداکو اور

ان تمام بچوں کی یادگار قائم کی جائے جو ایٹم بم کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔ پورے ملک کے نوجوانوں نے چندہ اکٹھا کرنا شروع کیا۔ اور ان کا خواب جلد ہی حقیقت بن گیا۔ ۱۹۵۸ء میں ہیروشیما شہر کے صلح پارک میں ایک مجسمہ کی نقاب کشائی کی گئی۔ یہ مجسمہ سادا کو کا ہے، جو اپنی باہوں کو پھیلائے، اپنے ہاتھ میں سنہری کونج پکڑے سنگ مرمر کے ایک پہاڑ پر کھڑی ہے۔ سادا کو کی عظمت کے احترام میں جاپان میں ایک انجمن تشکیل دی گئی ہے۔ اس کے اراکین اب بھی ایک ہزار کاغذی کونجیں بناتے ہیں اور ہر سال چھ اگست "روزِ صلح" کو انہیں سادا کو کے مجسّمے کے نیچے رکھ دیتے ہیں۔

ان کی آرزوئیں سنگ مرمر پر یوں نقش ہیں:

"یہ ہے ہماری التجا"
یہ ہے ہماری آرزو
سارے جہان میں صلح ہو"